تراجم کلام اللہ

(علامہ عبداللہ العمادی)

اسلام کی گیارہ صدیاں گزر گئیں، دنیا کی بیشتر قومیں توحید کی حلقہ بگوش ہوئیں، کلام اللہ ہی سب کو شغف رہا، سب اس کو اپنا دین و ایمان سمجھتے رہے اور بقدر ظرف سب اس سے سرشار ہوئے لیکن اپنی زبان میں کلام اللہ کے ترجمہ کی جسارت کوئی نہ کر سکا، نہ ایران میں فارسی ترجمے ہوئے، نہ توران میں ترکی، نہ کابل میں پشتو، سلطنت مغلیہ کے ایام انحطاط میں اس بدعت کا آغاز ہندوستان میں ہوا۔ اگرچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے مقدس فرزندوں کے تینوں فارسی و اردو ترجموں کی حد تک میں اس بدعت کو بدعت حسنہ سمجھتا ہوں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ جملہ مستعار لیتا ہوں نعمت البدعۃ ھذہ

یہ ایک ضمنی بات تھی، مجھے کچھ اور ہی کہنا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ عجمیت کے غلبے نے عربیت کے خط و خال تک بدل دیئے اس طوفان میں عربی زبان اور اس کے اسلوب کا برقرار رہ جانا کچھ آسان نہ تھا، الفاظ تو وہی رہے مگر معانی تبدیل ہو گئے لغویین نے کہ سب کے سب عجمی تھے اِلّا ماشاء اللہ وہی بدلے ہوئے معانی لغت میں ثبت کر دیئے کس کو فرصت کہ کلام جاہلیت کا تتبع کرے اور سمجھے کہ کلام اللہ جس زبان میں نازل ہوا اس کے کلمات کا مفہوم اس زبان میں کیا تھا۔

ایک مثال ملاحظہ ہو:

لفظ "آلاء" سورۃ الرحمٰن کے آیہ "فبای آلاء ربکما تکذبان" میں وارد ہے، اس کے معنے سب نے نعمتوں کے قرار دیئے ہیں۔ علامہ زمخشری عربی زبان کا ایک مشہور ادیب ہے اور عربیت میں اس کی دستگاہ مسلم ہے، مگر اپنی تفسیر میں وہ بھی اس سے قدم نہیں بڑھاتا۔

مفسرین کہتے ہیں اس سورہ میں نعیم جنت و عذاب دوزخ سب کے تذکرے کے بعد فبای آلاء الخ کی ترجیع ہے

آلاء سے اگر نعمتیں مراد ہیں تو دوزخیوں کے اصناف عذاب میں نعمت کی کیا بات ہے؟

امام رازی کا زور فلسفہ تفسیر کبیر میں عذاب دوزخ کو بھی دوزخیوں کیلئے نعمت قرار دیتا ہے۔

اہل لغت میں صاحب لسان العرب کا خاص پایہ ہے مگر وہ بھی آگے نہیں بڑھتے[1]

اکیلے ایک ابن جریر طبری ہیں کہ آلاء کے معنیٰ "قدرۃ" لکھے ہیں۔

لیکن اس معرکہ جدل میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کلام اللہ جس زبان میں نازل ہوا آئیے اسی زبان، اور اسی صدی کی زبان میں دیکھیے اہل زبان اس کے کیا معنیٰ سمجھتے تھے۔

کُمیت اپنے گھوڑے کی صفت کرتا ہے۔

فرضیت آلاء الکمیت فمن یبع — فرسا فلیس جوادنا بمباع[2]

حماسی اپنے ممدوح ولید بن ادہم کے اقتدار کا مرثیہ خواں ہے:

اذا ما امرؤ اثنی بآلاء میّت — فلا یبعد اللہ الولید بن ادھما

فضالہ فقر کی برائیاں گناتا ہے:

وفی الفقر ذلٌّ للرقاب وقلّما — رأیتُ فقیراً غیر نکسٍ مذمّمِ

یُلام وان کان الصواب بکفّہ — وتُحمد آلاء البخیل المدرہمِ[3]

لطف یہ ہے کہ خود صاحب لسان العرب نے مادہ "ثبہ" میں طرفہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

کاملٌ یجمع آلاء الفتی — نبہٌ سیّدُ ساداتٍ خضمّ[4]

کلام میں تدبر کرنیوالے سمجھ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں "آلاء" کو قدرت و اقتدار کے معنے میں استعمال کرتے تھے جو نعمت و عذاب دونوں پر یکساں حاوی ہیں، یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اوصاف مراد لیتے تھے یہی معانی کلام عرب سے مترشح ہیں اور کلام اللہ میں ٹھیک اترتے ہیں۔

[1] لسان العرب ص [illegible] ج ۱۸۔ [2] کتاب الاقتضاب للسید البطلیوسی ص ۳۵۔ [3] کتاب المعمرین ص ۸۵۔ [4] لسان العرب ص ۲۴۴ ج ۱۷۔

یہ ایک ذرا سی مثال تھی، ایسی ہی ایک ہزار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن سنتا اور سمجھتا کون ہے،
اس روشنی میں ایک نظر اس صدی کے تراجم کلام اللہ پر بھی منعطف ہو کہ یہ رنگ برنگ کے مطبوعات صبغۃ اللہ
سے کس قدر رنگین ہیں، وعند الامتحان یُکرم الشیٔ او یُہان۔

ایک بات کہنے سے رہ گئی، منشائے غلط نابغہ کا یہ شعر تھا:

فضلٌ علی الناس فی الآلاء والنعم　　　هم الملوك وابناء الملوك لهم

عجمی اہلِ لغت "نِعَم" پر "آلاء" کو قیاس کر کے دونوں کو مترادف سمجھے، اور اس ترادف کو درست
باور کرنے کے لئے پورا دیوانِ عجم بھرا پڑا تھا۔

فردوسی کہہ چکا تھا:

بہ بیخ انگبیں ریزی و شہد ناب

سمجھے کہ انگبین و شہد ایک ہی تو "آلاء" اور "نِعَم" کیوں نہ ایک ہوں، اسلوبِ عرب سے اگر آگاہ ہوتے تو
مترادفات کا خیال ہی نہ آتا جس کا ادبِ عرب کو سروکار ہی نہ تھا جاہلیت کا کوئی دیوان دیکھئے، ایک بیت میں ایک
معنے کیلئے دو لفظ کبھی نہ لائینگے، اگر کسی نے غلطی کی تو ساقط الاعتبار ہو گیا، نابغہ کا مطلب صاف ہے کہ "آلاء"
یعنی اقتدارات اور نعمات دونوں میں اس کے ممدوحین کی فضلیت مسلّم ہے۔

حاشیہ۔ آلاء جمع ہے اور آلی واحد، واحد کی صورت میں جب مکسور الاول لاتے ہیں تو
اس سے عہد و پیمان مراد لیتے ہیں۔ اعشیٰ کہتا ہے:

یقطع رحمًا ولا یخون إلا　　　ابیض لا یرهب الهزال ولا

جمع کی صورت میں جب آلاء کو غیر ممدود لاتے ہیں تو اس سے ایک درخت مراد لیتے ہیں جس کا پھل دیکھنے میں تو خوش نظر مگر چکھنے میں بہت تلخ ہوتا ہے بشر بن ابی خازم کہتا ہے:

بالرجاء کما امتن خ الالاء　　　فانتکم ومن حکید بجیرا

نعمت سے آلاء کی تاویل بھی خوش منظر ہے، لیکن اہلِ ذوق کو اندیشہ ہے کہ آلاء کی طرح یہ بھی تلخ نہ ہو۔